سُوْرَۃُ الْقِيٰمَۃِ

سورۂ قیامت مکی ہے اور اس میں چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ①

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔[1] (۱)

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ②

اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو۔[2] (۲)

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ③

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں۔[3] (۳)

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ④

ہاں ضرور کریں گے ہم تو قادر ہیں کہ اس کی پور پور تک درست کر دیں۔[4] (۴)

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ⑤

بلکہ انسان تو چاہتا ہے کہ آگے آگے نافرمانیاں کرتا جائے۔[5] (۵)

---

(۱) لَآ اُقْسِمُ میں لَا زائدہ ہے جو عربی زبان کا ایک اسلوب ہے، جیسے ﴿ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ ﴾ (الأعراف ۱۲) اور ﴿ لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ ﴾ (الحدید ۲۹) اور دیگر بہت سے مقامات میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قسم سے پہلے کفار کے کلام کا رد ہے، وہ کہتے تھے مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ لَا کے ذریعے سے کہا گیا، جس طرح تم کہتے ہو، معاملہ اس طرح نہیں ہے میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں، قیامت کے دن کی قسم کھانے سے مقصد اس کی اہمیت و عظمت کو واضح کرنا ہے۔

(۲) یعنی بھلائی پر بھی کرتا ہے کہ زیادہ کیوں نہیں کی۔ اور برائیوں پر بھی، کہ اس سے باز کیوں نہیں آتا؟ دنیا میں بھی جن کے ضمیر بیدار ہوتے ہیں، ان کے نفس انہیں ملامت کرتے ہیں، تاہم آخرت میں تو سب کے ہی نفس ملامت کریں گے۔

(۳) یہ جواب قسم ہے۔ انسان سے مراد یہاں کافر اور ملحد انسان ہے جو قیامت کو نہیں مانتا۔ اس کا گمان غلط ہے، اللہ تعالیٰ یقیناً انسانوں کے اجزا کو جمع فرمائے گا۔ یہاں ہڈیوں کا بطور خاص ذکر ہے، اس لیے کہ ہڈیاں ہی پیدائش کا اصل ڈھانچہ اور قالب ہیں۔

(۴) بَنَانٌ، ہاتھوں اور پیروں کے ان اطراف (کناروں) کو کہتے ہیں جو جوڑوں، ناخن، لطیف رگوں اور باریک ہڈیوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جب یہ باریک اور لطیف چیزیں ہم بالکل صحیح صحیح جوڑ دیں گے تو بڑے بڑے حصوں کو جوڑ دینا ہمارے لیے کیا مشکل ہوگا؟

(۵) یعنی اس امید پر نافرمانی اور حق کا انکار کرتا ہے کہ کون سی قیامت آنی ہے۔

يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝۶
پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا۔ (۱) (۶)

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝۷
پس جس وقت کہ نگاہ پتھرا جائے گی۔ (۲) (۷)

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝۸
اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ (۳) (۸)

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝۹
اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے۔ (۴) (۹)

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝۱۰
اس دن انسان کہے گا کہ آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ (۵) (۱۰)

كَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱
نہیں نہیں کوئی پناہ گاہ نہیں۔ (۶) (۱۱)

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ۨ الْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲
آج تو تیرے پروردگار کی طرف ہی قرار گاہ ہے۔ (۷) (۱۲)

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝۱۳
آج انسان کو اس کے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے سے آگاہ کیا جائے گا۔ (۸) (۱۳)

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝۱۴
بلکہ انسان خود اپنے اوپر آپ حجت ہے۔ (۹) (۱۴)

وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝۱۵
اگرچہ کتنے ہی بہانے پیش کرے۔ (۱۰) (۱۵)

---

(۱) یہ سوال اس لیے نہیں کرتا کہ گناہوں سے تائب ہو جائے' بلکہ قیامت کو ناممکن الوقوع سمجھتے ہوئے پوچھتا ہے اسی لیے فسق و فجور سے باز نہیں آتا۔ تاہم اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ قیامت کے آنے کا وقت بیان فرما رہا ہے۔

(۲) دہشت اور حیرانی سے بَرِقَ، تَحَیَّرَ وَانْدَهَشَ جیسے موت کے وقت عام طور پر ہوتا ہے۔

(۳) جب چاند کو گرہن لگتا ہے تو اس وقت بھی وہ بے نور ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ خسف قمر' جو علامات قیامت میں سے ہے' جب ہوگا تو اس کے بعد اس میں روشنی نہیں آئے گی۔

(۴) یعنی بے نوری میں۔ مطلب ہے کہ چاند کی طرح سورج کی روشنی بھی ختم ہو جائے گی۔

(۵) یعنی جب یہ واقعات ظہور پذیر ہوں گے تو پھر اللہ سے یا جہنم کے عذاب سے راہ فرار ڈھونڈھے گا' لیکن اس وقت راہ فرار کہاں ہوگی؟

(۶) وَزَرَ پہاڑ یا قلعے کو کہتے ہیں جہاں انسان پناہ حاصل کرلے۔ وہاں ایسی کوئی پناہ گاہ نہیں ہوگی۔

(۷) جہاں وہ بندوں کے درمیان فیصلے فرمائے گا۔ یہ ممکن نہیں ہوگا کہ کوئی اللہ کی اس عدالت سے چھپ جائے۔

(۸) یعنی اس کو اس کے تمام اعمال سے آگاہ کیا جائے گا' قدیم ہو یا جدید' اول ہو یا آخر' چھوٹا ہو یا بڑا۔ ﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا﴾ (الکہف۔۴۹)

(۹) یعنی اسکے اپنے ہاتھ' پاؤں' زبان اور دیگر اعضا گواہی دیں گے' یا یہ مطلب ہے کہ انسان اپنے عیوب خود جانتا ہے۔

(۱۰) یعنی لڑے جھگڑے' ایک سے ایک تاویل کرے' لیکن ایسا کرنا نہ اسکے لیے مفید ہے اور نہ وہ اپنے ضمیر کو مطمئن کر سکتا ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝۱۶

(اے نبی) آپ قرآن کو جلدی (یاد کرنے) کے لیے اپنی زبان کو حرکت[1] نہ دیں۔(۱۶)

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝۱۷

اس کا جمع کرنا اور (آپ کی زبان سے) پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔[2] (۱۷)

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝۱۸

ہم جب اسے پڑھ[3] لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔[4] (۱۸)

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝۱۹

پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے۔[5] (۱۹)

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝۲۰

نہیں نہیں تم جلدی ملنے والی (دنیا) کی محبت رکھتے ہو۔(۲۰)

وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝۲۱

اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔[6] (۲۱)

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝۲۲

اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے۔(۲۲)

---

(۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام جب وحی لے کر آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ عجلت سے پڑھتے جاتے کہ کہیں کوئی لفظ بھول نہ جائے۔ اللہ نے آپ کو فرشتے کے ساتھ ساتھ اس طرح پڑھنے سے منع فرما دیا۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ القیامۃ) یہ مضمون پہلے بھی گزر چکا ہے۔ ﴿ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ﴾ (سورۂ طٰہٰ ۱۱۴) چنانچہ اس حکم کے بعد آپ خاموشی سے سنتے۔

(۲) یعنی آپ کے سینے میں اس کا جمع کر دینا اور آپ کی زبان پر اس کی قراءت کو جاری کر دینا ہماری ذمے داری ہے، تاکہ اس کا کوئی حصہ آپ کی یادداشت سے نہ نکلے اور آپ کے ذہن سے محو نہ ہو۔

(۳) یعنی فرشتے (جبرائیل علیہ السلام) کے ذریعے سے جب ہم اس کی قراءت آپ پر پوری کر لیں۔

(۴) یعنی اس کے شرائع و احکام لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور ان کا اتباع بھی کریں۔

(۵) یعنی اس کے مشکل مقامات کی تشریح اور حلال و حرام کی توضیح، یہ بھی ہمارے ذمے ہے۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے مجملات کی جو تفصیل، مبہمات کی توضیح اور اس کے عمومات کی جو تخصیص بیان فرمائی ہے، جسے حدیث کہا جاتا ہے، یہ بھی اللہ کی طرف سے ہی الہام اور سمجھائی ہوئی باتیں ہیں۔ اس لیے انہیں بھی قرآن کی طرح ماننا ضروری ہے۔

(۶) یعنی یوم قیامت کی تکذیب، مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ کی مخالفت اور حق سے اعراض، اس لیے ہے کہ تم نے دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ رکھا ہے اور آخرت تمہیں بالکل فراموش ہے۔

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾

اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔[1] (۲۳)

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾

اور کتنے چہرے اس دن (بدرونق اور) اداس ہوں گے۔[2] (۲۴)

تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾

سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ[3] کیا جائے گا۔(۲۵)

كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾

نہیں نہیں[4] جب روح ہنسلی تک[5] پہنچے گی۔(۲۶)

وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ﴿۲۷﴾

اور کہا جائے گا کہ کوئی جھاڑ پھونک[6] کرنے والا ہے۔؟(۲۷)

وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾

اور جان لیا اس نے کہ یہ وقت جدائی ہے۔[7] (۲۸)

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾

اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔[8] (۲۹)

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ اِۨلْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾

آج تیرے پروردگار کی طرف چلنا ہے۔(۳۰)

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾

اس نے نہ تو تصدیق کی نہ نماز ادا کی۔[9] (۳۱)

---

(۱) یہ اہل ایمان کے چہرے ہوں گے جو اپنے حسن انجام کی وجہ سے مطمئن، مسرور اور منور ہوں گے۔ مزید دیدار الٰہی سے بھی حظ اندوز ہوں گے۔ جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے۔

(۲) یہ کافروں کے چہرے ہوں گے بَاسِرَةٌ متغیر، زرد، غم و حزن سے سیاہ اور بے رونق۔

(۳) اور وہ یہی کہ جہنم میں ان کو پھینک دیا جائے گا۔

(۴) یعنی یہ ممکن نہیں کہ کافر قیامت پر ایمان لے آئیں۔

(۵) تَرَاقِيَ، تَرْقُوَةٌ کی جمع ہے۔ یہ گردن کے قریب، سینے اور کندھے کے درمیان ایک ہڈی ہے۔ یعنی جب موت کا آہنی پنجہ تمہیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔

(۶) یعنی حاضرین میں سے کوئی ہے جو جھاڑ پھونک کے ذریعہ سے تمہیں موت کے پنجے سے چھڑا لے۔ بعض نے اس کا ترجمہ یہ بھی کیا ہے کہ اس کی روح کون لے کر چڑھے؟ ملائکہ رحمت یا ملائکہ عذاب؟ اس صورت میں یہ قول فرشتوں کا ہے۔

(۷) یعنی وہ شخص یقین کر لے گا جس کی روح ہنسلی تک پہنچ گئی ہے کہ اب، مال، اولاد اور دنیا کی ہر چیز سے جدائی کا مرحلہ آگیا ہے۔

(۸) اس سے یا تو موت کے وقت پنڈلی کا پنڈلی کے ساتھ مل جانا مراد ہے، یا پے در پے تکلیفیں۔ جمہور مفسرین نے دوسرے معنی کیے ہیں۔(فتح القدیر)

(۹) یعنی اس انسان نے رسول اور قرآن کی تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی یعنی اللہ کی عبادت نہیں کی۔

وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾
بلکہ جھٹلایا اور روگردانی کی۔[1] (۳۲)

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾
پھر اپنے گھر والوں کے پاس اتراتا ہوا گیا۔[2] (۳۳)

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾
افسوس ہے تجھ پر حسرت ہے تجھ پر۔(۳۴)

ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾
وائے ہے اور خرابی ہے تیرے لیے۔[3] (۳۵)

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾
کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا۔[4] (۳۶)

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾
کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا تھا؟(۳۷)

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾
پھر وہ لہو کا لوتھڑا ہو گیا پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنا دیا۔[5] (۳۸)

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾
پھر اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے۔(۳۹)

اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾
کیا (اللہ تعالیٰ) اس (امر) پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کر دے۔[6] (۴۰)

سُوْرَةُ الْاِنْسَانِ

سورۂ دہر مدنی ہے اور اس میں اکتیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

---

(۱) یعنی رسول کو جھٹلایا اور ایمان و اطاعت سے روگردانی کی۔

(۲) یَتَمَطّٰی اتراتا اور اکڑتا ہوا۔

(۳) یہ کلمہ وعید ہے کہ اس کی اصل ہے أَوْلاَكَ اللهُ مَا تَكْرَهُهُ اللہ تجھے ایسی چیز سے دوچار کرے جسے تو ناپسند کرے۔

(۴) یعنی اس کو کسی چیز کا حکم دیا جائے گا' نہ کسی چیز سے منع کیا جائے گا' نہ اس کا محاسبہ ہو گا نہ معاقبہ۔ یا اس کو قبر میں ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا جائے گا' وہاں سے اسے دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔

(۵) فَسَوّٰی یعنی اسے ٹھیک ٹھاک کیا اور اس کی تکمیل کی اور اس میں روح پھونکی۔

(۶) یعنی جو اللہ انسان کو اس طرح مختلف اطوار سے گزار کر پیدا فرماتا ہے کیا مرنے کے بعد دوبارہ اسے زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟

☆- اس کے مدنی اور مکی ہونے میں اختلاف ہے۔ جمہور اسے مدنی قرار دیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آخری دس آیات